دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ البقرۃ

آیات ۱۸۹تا ۱۹۶

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَیْسَ
الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا
الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ
الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ
اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا
تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ
فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۚۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ
وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

آیت ۱۸۹ ﴿يَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ آپ سے پوچھ رہے ہیں چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے بارے میں۔''

﴿قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ﴾ ''کہہ دیجیے یہ لوگوں کے لیے اوقات کا تعین ہے اور حج کے لیے ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ نے ایک کیلنڈر رائج کا دیا ہے۔ ہلال کو دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ چاند کی پہلی تاریخ ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد نصف چاند دیکھ کر پتا چل گیا کہ اب ایک ہفتہ گزر گیا ہے۔ دو ہفتے ہو گئے تو پورا چاند ہو گیا۔ اب اس نے گھٹنا شروع کیا۔ تو یہ نظام گویا لوگوں کے لیے اوقاتِ کار کی تعیین کے لیے ہے اور اس ضمن میں خاص طور پر سب سے اہم معاملہ حج کا ہے۔ یہ نوٹ کیجیے کہ صوم کے بعد حج اور حج کے ساتھ ہی قتال کا ذکر آ رہا ہے۔ اس لیے کہ ''حج'' وہ عبادت ہے جو ایک خاص جگہ پر ہو سکتی ہے۔ نماز اور روزہ ہر جگہ ہو سکتے ہیں' زکوٰۃ ہر جگہ دی جا سکتی ہے' لیکن ''حج'' تو مکہ مکرمہ ہی میں ہو گا' اور وہ مشرکین کے زیر تسلط تھا اور اسے مشرکین کے تسلط سے نکالنے کے لیے قتال لازم تھا۔ قتال کے لیے پہلے صبر کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ پہلے روزے کا حکم دیا گیا کہ جیسے اپنے گھوڑوں کو روزہ رکھواتے تھے ایسے ہی خود روزہ رکھو۔ سورۃ البقرۃ میں صوم' حج اور قتال کے احکام کے درمیان یہ ترتیب اور ربط ہے۔

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ﴾ ''اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو' بلکہ نیکی تو اس کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔''

اہل عرب ایامِ جاہلیت میں بھی حج تو کر رہے تھے' مناسکِ حج کی کچھ بگڑی ہوئی شکلیں بھی موجود تھیں' اور اس کے ساتھ انہوں نے کچھ بدعات و رسوم کا اضافہ بھی کر لیا تھا۔ ان میں

سے ایک بدعت یہ تھی کہ جب وہ احرام باندھ کر گھر سے نکل پڑتے تو اس کے بعد اگر انہیں گھروں میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آتی تو گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوتے بلکہ پچھواڑے سے دیوار پھلاند کر آتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ بڑا تقویٰ ہے۔ فرمایا یہ سرے سے کوئی نیکی کی بات نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے داخل ہو' بلکہ اصل نیکی تو اس کی نیکی ہے جو تقویٰ کی روش اختیار کرے اور حدودِ الٰہی کا احترام ملحوظ رکھے۔ یہاں پوری ''آیت البر'' کو ذہن میں رکھ لیجیے جس کے آخر میں الفاظ آئے تھے: ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝﴾ چنانچہ آیت زیر مطالعہ میں ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ﴾ کے الفاظ میں نیکی کا وہ پورا تصور مضمر ہے جو آیت البر میں بیان ہو چکا ہے۔

﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠﴾ ''اور گھروں میں داخل ہو اُن کے دروازوں سے۔''

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

آیت ۱۹۰ ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ ''اور قتال کرو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے قتال کر رہے ہیں''

لیجیے قتال کا حکم آ گیا۔ سورۃ البقرۃ کے نصف ثانی کے مضامین کی جو چار لڑیاں میں نے گنوائی تھیں ـــــ یعنی عبادات' معاملات' انفاق اور قتال ـــــ یہ ان میں سے چوتھی لڑی ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کر رہے ہیں۔

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ﴾ ''لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

آیت ۱۹۱ ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ ''اور انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ''

﴿وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾ ''اور نکالو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے''

مہاجرین مکہ مکرمہ سے نکالے گئے تھے' وہاں پر محمدؐ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی اہل ایمان پر قافیۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ تبھی تو آپؐ نے ہجرت کی۔ اب حکم دیا جا رہا ہے کہ نکالو انہیں وہاں سے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔''

کفار و مشرکین سے قتال کے ضمن میں کہیں یہ خیال نہ آئے کہ قتل اور خونریزی بری بات ہے۔ یاد رکھو کہ فتنہ اس سے بھی زیادہ بری بات ہے۔ فتنہ کیا ہے؟ ایسے حالات جن میں انسان خدائے واحد کی بندگی نہ کر سکے' اسے غلط کاموں پر مجبور کیا جائے' وہ حرام خوری پر مجبور ہو گیا ہو' یہ سارے حالات فتنہ ہیں۔ تو واضح رہے کہ قتل اور خونریزی اتنی بری شے نہیں ہے جتنی فتنہ ہے۔

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ﴾ ''ہاں مسجد حرام کے پاس (جسے امن کی جگہ بنا دیا گیا ہے) اُن سے جنگ مت کرو جب تک وہ تم سے اس میں جنگ نہ چھیڑیں۔''

﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾ ''پھر اگر وہ تم سے جنگ کریں تو اُن کو قتل کرو۔''

﴿كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یہی بدلہ ہے کافروں کا۔''

آیت ۱۹۲ ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔''

آیت ۱۹۳ ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ ''اور لڑو ان سے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔''

﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ باز آ جائیں تو کوئی زیادتی جائز نہیں ہے مگر ظالموں پر۔''

دعوتِ محمدی ﷺ کے ضمن میں اب یہ جنگ کا مرحلہ شروع ہو گیا ہے۔ مسلمانو جان لو' ایک دَور وہ تھا کہ بارہ تیرہ برس تک تمہیں حکم تھا ﴿كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ ''اپنے ہاتھ باندھے رکھو!'' ماریں کھاؤ لیکن ہاتھ مت اٹھانا۔ اب تمہاری دعوت اور تحریک نئے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ اب جب تمہاری تلواریں نیام سے باہر آ گئی ہیں تو یہ نیام میں نہ جائیں جب تک کہ فتنہ بالکل ختم نہ ہو جائے اور دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے' اللہ کا دین قائم ہو جائے' پوری زندگی

میں اس کے احکام کی تنفیذ ہو رہی ہو۔ یہ آیت دوبارہ سورۃ الانفال میں زیادہ نکھری ہوئی شان کے ساتھ آئی ہے : ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (آیت ۳۹) ''اور جنگ کرو اُن سے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین کُل کا کُل اللہ کے لیے ہو جائے''۔ دین کی بالادستی جزوی طور پر نہیں بلکہ کُلی طور پر پوری انسانی زندگی پر قائم ہو جائے' انفرادی زندگی پر بھی اور اجتماعی زندگی پر بھی۔ اور اجتماعی زندگی کے بھی سارے پہلو (Politico-Socio-Economic System) کلی طور پر اللہ کے احکام کے تابع ہوں۔

آیت ۱۹۴ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ''حرمت والا مہینہ بدلہ ہے حرمت والے مہینے کا''

﴿وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''اور حرمات کے اندر بھی بدلہ ہے۔''

یعنی اگر انہوں نے اَشہرِ حرم کی بے حرمتی کی ہے تو اُس کے بدلے میں یہ نہیں ہوگا کہ ہم تو ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں کہ یہ تو اَشہرِ حرم ہیں۔ حدودِ حرم اور اَشہرِ حرم کی حرمت اہل عرب کے ہاں مسلّم تھی۔ ان کے ہاں یہ طے تھا کہ ان چار مہینوں میں کوئی خونریزی' کوئی جنگ نہیں ہوگی' یہاں تک کہ کوئی اپنے باپ کے قاتل کو پالے تو وہ اس کو بھی قتل نہیں کرے گا۔ یہاں وضاحت کی جا رہی ہے کہ اَشہرِ حرم اور حدودِ حرم میں جنگ واقعتاً بہت بڑا گناہ ہے' لیکن اگر کفار کی طرف سے ان کی حرمت کا لحاظ نہ رکھا جائے اور وہ اقدام کریں تو اب یہ نہیں ہوگا کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنے آپ کو پیش کر دیا جائے' بلکہ جوابی کارروائی کرنا ہوگی۔ اس جوابی اقدام میں اگر حدودِ حرم یا اَشہرِ حرم کی بے حرمتی کرنی پڑے تو اس کا وبال بھی ان پر آئے گا جنہوں نے اس معاملے میں پہل کی۔

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''تو جو کوئی بھی تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس کے خلاف کارروائی کرو (اقدام کرو) جیسے کہ اس نے تم پر زیادتی کی۔''

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔''

یعنی اللہ کی تائید و نصرت اور اس کی مدد اہل تقویٰ کے لیے آئے گی۔ اب آگے ''انفاق''

کا حکم آ رہا ہے جو مضامین کی چار لڑیوں میں سے تیسری لڑی ہے۔ قتال کے لیے انفاقِ مال لازم ہے۔ اگر فوج کے لیے ساز و سامان نہ ہو' رسد کا اہتمام نہ ہو' ہتھیار نہ ہوں' سواریاں نہ ہوں تو جنگ کیسے ہوگی؟

آیت ۱۹۵ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور مت ڈالو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں۔''

یعنی جس وقت اللہ کے دین کو روپے پیسے کی ضرورت ہو اُس وقت جو لوگ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے جی چراتے ہیں وہ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر عام اپیل کی اور اُس وقت جو لوگ اپنے مال کو سمیٹ کر بیٹھے رہے تو گویا انہوں نے اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈال دیا۔

﴿وَاَحْسِنُوْا ۚ﴾ ''اور احسان کی روش اختیار کرو۔''

اپنے دین کے اندر خوبصورتی پیدا کرو۔ دین میں بہتر سے بہتر مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ دنیا میں آگے سے آگے اور دین میں پیچھے سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دین میں یہ دیکھیں گے کہ کم سے کم پر گزارا ہو جائے' جبکہ دنیا کے معاملے میں آگے سے آگے نکلنے کی کوشش ہوگی ع ''ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں!'' یہ جستجو جو دنیا میں ہے اس سے کہیں بڑھ کر دین میں ہونی چاہیے' از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ﴾ ''پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرو۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ محسنین کو (ان لوگوں کو جو درجۂ احسان پر فائز ہو جائیں) پسند کرتا ہے۔''

حدیث جبرائیلؑ (جسے اُمّ السُّنۃ کہا جاتا ہے) میں حضرت جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے تین سوال کیے تھے: (۱) اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ ''مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے (کہ اسلام کیا ہے؟) (۲) اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ ''مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے (کہ ایمان کیا ہے؟)'' (۳) اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ ''مجھے احسان کے بارے میں بتائیے (کہ احسان کیا ہے؟) احسان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ)) [1] ''(احسان یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی

(۱) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان الایمان والاسلام والاحسان۔

عبادت ایسے کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' پھر اگر تو اسے نہ دیکھ سکے (یعنی یہ کیفیت حاصل نہ ہو سکے) تو (کم از کم یہ خیال رہے کہ) وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے''۔ دین کے سارے کام' عبادات' انفاق اور جہاد وقتال ایسی کیفیت میں اور ایسے اخلاص کے ساتھ ہوں گویا تم اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ رہے ہو' اور اگر یہ مقام اور کیفیت حاصل نہ ہو تو کم سے کم یہ کیفیت تو ہو جائے کہ تمہیں مستحضر رہے کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ احسان ہے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ اس انداز میں نہیں کیا گیا۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ ویسے یہ مضمون زیادہ وضاحت کے ساتھ سورۃ المائدۃ میں آئے گا۔

آیت ۱۹۶ ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور حج اور عمرہ مکمل کرو اللہ کے لیے۔''

عمرہ کے لیے احرام تو مدینہ منورہ سے سات میل باہر نکل کر ہی باندھ لیا جائے گا' لیکن حج مکمل تب ہو گا جب طواف بھی ہو گا' وقوفِ عرفہ بھی ہو گا اور اس کے سارے مناسک ادا کیے جائیں گے۔ لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کی نیت کر لے تو پھر اسے تمام مناسک کو مکمل کرنا چاہیے' کوئی کمی نہ رہے۔

﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ ''پھر اگر تمہیں گھیر لیا جائے''

یعنی روک دیا جائے' جیسا کہ ۶ ہجری میں ہوا کہ مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کرنی پڑی اور عمرہ ادا کیے بغیر واپس جانا پڑا۔ مشرکین مکہ اَڑ گئے تھے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو جو کوئی بھی قربانی میسر ہو وہ پیش کر دو۔''

یہ دمِ احصار کہلاتا ہے کہ چونکہ اب ہم آگے نہیں جا سکتے' ہمیں یہیں احرام کھولنا پڑ رہا ہے تو ہم اللہ کے نام پر یہ جانور دے رہے ہیں۔ یہ ایک طرح سے اس کا کفارہ ہے۔

﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ ''اور اپنے سر اُس وقت تک نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔''

یعنی جہاں جا کر قربانی کا جانور ذبح ہونا ہے وہاں پہنچ نہ جائے۔ اگر آپ کو حج یا عمرہ سے روک دیا گیا اور آپ نے قربانی کے جانور آگے بھیج دیے تو آپ کو روکنے والے ان جانوروں کو نہیں روکیں گے' اس لیے کہ ان کا گوشت تو انہیں کھانے کو ملے گا۔ اب اندازہ کر لیا جائے کہ اتنا وقت گزر گیا ہے کہ قربانی کا جانور اپنے مقام پر پہنچ گیا ہو گا۔

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ ''پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو''

یعنی سر میں کوئی زخم وغیرہ ہو اور اُس کی وجہ سے بال کٹوانے ضروری ہو جائیں۔

﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ ''تو وہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔''

اگر اس ہدی کے جانور کے کعبہ پہنچنے سے پہلے پہلے تمہیں اپنے بال کاٹنے پڑیں تو فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ یعنی ایک کمی جو رہ گئی ہے اس کی تلافی کے لیے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اس کفارے کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں: روزے' یا صدقہ یا قربانی۔ اس کی وضاحت احادیثِ نبویہؐ سے ہوتی ہے کہ یا تو تین دن کے روزے رکھے جائیں' یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا کم از کم ایک بکری کی قربانی دی جائے۔ اس قربانی کو دمِ جنایت کہتے ہیں۔

﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪﴾ ''پھر جب تمہیں امن حاصل ہو (اور تم سیدھے بیت اللہ پہنچ سکتے ہو)''

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو جو کوئی بھی فائدہ اٹھائے عمرے کا حج سے قبل تو وہ قربانی پیش کرے جو بھی اسے میسّر ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کے ہاں ایک سفر میں حج اور عمرہ دونوں کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک یہ کعبہ کی توہین تھی۔ ان کے ہاں حج کے لیے تین مہینے شوال' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ تھے' جبکہ رجب کا مہینہ عمرے کے لیے مخصوص تھا۔ وہ عمرے کے لیے علیحدہ سفر کرتے اور حج کے لیے علیحدہ۔ یہ بات حدودِ حرم میں رہنے والوں کے لیے تو آسان تھی' لیکن اس اُمت کو تو پوری دنیا میں پھیلنا تھا اور دور دراز سے سفر کر کے آنے والوں کے لیے اس میں مشقت تھی۔ لہٰذا شریعتِ محمدیؐ میں لوگوں کے لیے جہاں اور آسانیاں پیدا کی گئیں وہاں حج و عمرہ کے ضمن میں یہ آسانی بھی پیدا کی گئی کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں کو جمع کر لیا جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر آٹھویں ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لیا جائے۔ یہ ''تمتع'' کہلاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حج کے لیے احرام باندھا تھا' جاتے ہی عمرہ بھی کر لیا' لیکن احرام کھولا نہیں اور اسی احرام میں حج بھی کر لیا۔ یہ ''حج قران'' کہلاتا ہے۔ لیکن اگر شروع ہی سے صرف حج کا احرام باندھا جائے اور عمرہ

نہ کیا جائے تو یہ ''حجِ افراد'' کہلاتا ہے۔ قِران یا تمتع کرنے والے پر قربانی ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اسے دمِ شکر کہتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو اس میں سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دمِ جبر ہے اور قربانی کرنے والے کو اس میں سے کھانے کی اجازت نہیں ہے۔

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ﴾ ''جس کو قربانی نہ ملے تو وہ تین دن کے روزے ایامِ حج میں رکھے''

یعنی عین ایامِ حج میں ساتویں' آٹھویں اور نویں ذوالحجہ کو روزہ رکھے۔ دسویں کا روزہ نہیں ہوسکتا' وہ عید کا دن (یوم النحر) ہے۔

﴿وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ ''اور سات روزے رکھو جبکہ تم واپس پہنچ جاؤ۔''

اپنے گھروں میں جا کر سات روزے رکھو۔

﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''یہ کُل دس (روزے) ہوں گے۔''

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''یہ (رعایت) اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔''

یعنی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے کی رعایت' خواہ تمتع کی صورت میں ہو یا قِران کی صورت میں' صرف آفاقی کے لیے ہے' جس کے اہل وعیال جوارِ حرم میں نہ رہتے ہوں' یعنی جو حدودِ حرم کے باہر سے حج کرنے آیا ہو۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔''

آیات ۱۹۷ تا ۲۰۳

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَيْسَ

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾

پچھلے رکوع سے مناسکِ حج کا تذکرہ شروع ہو چکا ہے۔ اب اس پچیسویں رکوع میں حج کا اصل فلسفہ' اس کی اصل حکمت اور اس کی اصل روح کا بیان ہے۔ فرمایا:

آیت ۱۹۷ ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ﴾ ''حج کے معلوم مہینے ہیں۔''

یعنی عرب میں جو بھی پہلے سے رواج چلا آ رہا تھا اُس کی توثیق فرما دی گئی کہ واقعی حج کے مواقیت کا تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ ''تو جس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ان مہینوں میں حج کو''

لازم کرنے سے مراد حج کا عزم اور نیت پختہ کرنا ہے اور اس کی علامت احرام باندھ لینا ہے۔

﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ﴾ ''تو (اس کو خبردار رہنا چاہیے کہ) دورانِ حج نہ تو شہوت کی کوئی بات کرنی ہے' نہ فسق و فجور کی اور نہ لڑائی جھگڑے کی۔''

زمانۂ حج میں جن باتوں سے روکا گیا ہے ان میں اوّلین یہ ہے کہ شہوت کی کوئی بات نہیں

ہونی چاہیے۔ میاں بیوی بھی اگر ساتھ حج کر رہے ہوں تو احرام کی حالت میں ان کے لیے وہی قید ہے جو اعتکاف کی حالت میں ہے۔ باقی یہ کہ فسوق و جدال یعنی اللہ کی نافرمانی اور باہم لڑائی جھگڑا تو ویسے ہی ناجائز ہے' دورانِ حج اس سے خاص طور پر روک دیا گیا۔ اس لیے کہ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' سفر میں بھی لوگ ساتھ ہوتے ہیں۔ اس حالت میں لوگوں کے غصوں کے پارے جلدی چڑھ جانے کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے خاص طور پر روکا گیا تاکہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے دوران امن اور سکون ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ آج بھی یہ بات معجزات میں سے ہے کہ دنیا بھر سے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کے جمع ہونے کے باوجود وہاں امن و سکون رہتا ہے اور جنگ و جدال اور جھگڑا و فساد وغیرہ کہیں نظر نہیں آتا۔ مجھے الحمدللہ پانچ چھ مرتبہ حج کی سعادت حاصل ہوئی ہے' لیکن وہاں پر جھگڑا اور گالم گلوچ کی کیفیت میں نے کبھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔

﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ ''اور نیکی کے جو کام بھی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔''

حج کے دوران مناسکِ حج پر مستزاد جو بھی نیکی کے کام کر سکو' مثلاً نوافل پڑھو یا اضافی طواف کرو تو تمہاری یہ نیکیاں اللہ کے علم میں ہوں گی' کسی اور کو دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''اور زادِ راہ ساتھ لے لیا کرو' یقیناً بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔''

اس کے دو معنی لیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ یعنی سفرِ حج میں مادی زادِ راہ کے علاوہ تقویٰ کی پونجی بھی ضروری ہے۔ اگر آپ نے اخراجاتِ سفر کے لیے روپیہ پیسہ تو وافر لے لیا' لیکن تقویٰ کی پونجی سے تہی دامن رہے تو دورانِ حج اچھی سہولیات تو حاصل کر لیں گے مگر حج کی روح اور اس کی برکات سے محروم رہیں گے۔

لیکن اس کا ایک دوسرا مفہوم بھی بہت اہم ہے کہ اگر انسان خود اپنا زادِ راہ ساتھ نہ لے تو پھر وہاں دوسروں سے مانگنا پڑتا ہے۔ اس طرح یہاں ''تقویٰ'' سے مراد سوال سے بچنا ہے۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ زادِ راہ لے کر چلو تاکہ تمہیں کسی کے سامنے سائل نہ بننا پڑے۔ اگر تم صاحبِ استطاعت نہیں ہو تو حج تم پر فرض ہی نہیں ہے۔ اور ایک شے جو تم پر فرض نہیں ہے اس کے لیے خواہ مخواہ وہاں جا کر بھیک مانگنا یا یہاں سے بھیک مانگ کر یا چندہ اکٹھا کر کے جانا قطعاً غلط

حرکت ہے۔

﴿وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''اور میرا ہی تقویٰ اختیار کرو اے ہوش مندو!''

آیت ۱۹۸ ﴿لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ ''تم پر اس امر میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم (سفرِ حج کے دوران) اپنے ربّ کا فضل بھی تلاش کرو۔''

آدمی ہندوستان سے یا پاکستان سے حج کے لیے جا رہا ہے اور وہ اپنے ساتھ کچھ ایسی اجناس لے جائے جنہیں وہاں پر بیچ کر کچھ نفع حاصل کر لے تو یہ تقویٰ کے منافی نہیں ہے۔

﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ ''پس جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو اللہ کو یاد کرو مشعرِ حرام کے نزدیک۔''

وقوفِ عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((اَلْحَجُّ عَرَفَةُ))(۱) یعنی اصل حج تو عرفہ ہی ہے۔ اگر کسی سے حج کے باقی تمام مناسک رہ جائیں' صرف قیامِ عرفہ میں شمولیت ہو جائے تو اس کا حج ہو گیا' باقی جو چیزیں رہ گئی ہیں ان کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص عرفات کے قیام میں ہی شریک نہیں ہوا تو پھر اس کا حج نہیں ہوا۔ ایامِ حج کا ٹائم ٹیبل نوٹ کیجیے کہ ۸ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے نکل کر رات منیٰ میں گزارنا ہوتی ہے۔ اگلا دن ۹ ذوالحجہ یومِ عرفہ ہے۔ اس روز صبح کو عرفات کے لیے قافلے چلتے ہیں اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوپہر سے پہلے وہاں پہنچ جایا جائے۔ وہاں پر ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد سے غروبِ آفتاب تک عرفات کا قیام ہے' جس میں کوئی نماز نہیں۔ یعنی روایتی عبادت کے سب دروازے بند ہیں۔ اب تو صرف دعا ہے۔ اگر آپ کے اندر دعا کی ایک روح پیدا ہو چکی ہے' آپ اپنے ربّ سے ہم کلام ہو سکتے ہیں اور آپ کو حلاوتِ مناجات حاصل ہو گئی ہے تو بس دعا مانگتے رہیے۔ قیامِ عرفہ کے دوران کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے' جس طرح بھی ہو اللہ سے مناجات کی جائے۔ یا اس میں اگر کسی وجہ سے کمی ہو جائے تو آدمی تلاوت کرے۔ لیکن عام نماز اب کوئی نہیں۔ ۹ ذوالحجہ کو وقوفِ عرفات کے بعد مغرب کی نماز کا وقت ہو چکنے کے بعد عرفات سے روانگی ہے' لیکن وہاں مغرب کی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اب مزدلفہ میں جا کر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں جمع کر کے ادا کرنی ہیں اور رات وہیں کھلے آسمان تلے بسر کرنی ہے۔ یہ مزدلفہ کا قیام ہے۔ مشعرِ حرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ

(۱) سنن الترمذی' کتاب الحج' باب ما جاء فیمن ادرك الامام بجمع فقد ادرك الحج۔

میں واقع ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾ ''اور یاد کرو اُسے جیسے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی ہے۔''

یعنی اللہ کا ذکر کرو جس طرح اللہ نے تمہیں اپنے رسول ﷺ کے ذریعے سکھایا ہے۔ ذکر کے جو طور طریقے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں انہیں اختیار کرو اور زمانۂ جاہلیت کے طریقے ترک کر دو۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ ''اور یقیناً اس سے پہلے تو تم گمراہ لوگوں میں سے تھے۔''

تم حج کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ حج کی بس شکل باقی رہ گئی تھی' اس کی روح ختم ہو گئی تھی' اس کے مناسک میں بھی ردّ و بدل کر دیا گیا تھا۔

آیت ۱۹۹ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ''پھر تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے سب لوگ پلٹتے ہیں''

زمانۂ جاہلیت میں قریش مکہ عرفات تک نہ جاتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہماری خاص حیثیت ہے' لہٰذا ہم منیٰ ہی میں مقیم رہیں گے' باہر سے آنے والے لوگ عرفات جائیں اور وہاں سے طواف کے لیے واپس لوٹیں' یہ سارے مناسک ہمارے لیے نہیں ہیں۔ یہاں فرمایا گیا کہ یہ ایک غلط بات ہے جو تم نے ایجاد کر لی ہے۔ تم بھی وہیں سے طواف کے لیے واپس لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں' یعنی عرفات سے۔

﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ سے استغفار کرتے رہو۔''

اپنی اگلی تقصیر پر نادم ہو اور اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ''یقیناً اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔''

آیت ۲۰۰ ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ﴾ ''اور جب تم اپنے مناسکِ حج ادا کر چکو''

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ﴾ ''تو اب اللہ کا ذکر کرو جیسے کہ تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے رہے ہو''

﴿اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾ ''بلکہ اس سے بھی زیادہ شدّ و مد کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو۔''

یعنی دسویں ذوالحجہ کو جب افعالِ حج سے فراغت پا چکو تو قیامِ منیٰ کے دوران اللہ کا خوب ذکر کرو جیسے زمانۂ جاہلیت میں اپنے آباء واَجداد کا ذکر کیا کرتے تھے' بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔ ان کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر تین دن منیٰ میں قیام کرتے اور بازار لگاتے۔ وہاں میلے کا سا سماں ہوتا جہاں مختلف قبائل کے شعراء اپنے قبیلوں کی مدح سرائی کرتے تھے اور اپنے اسلاف کی عظمت بیان کرتے تھے۔ اللہ کا ذکر ختم ہو چکا تھا۔ فرمایا کہ جس شدّ و مد کے ساتھ تم اپنے آباء واَجداد کا ذکر کرتے رہے ہو اب اسی انداز سے' بلکہ اُس سے بھی زیادہ شدّ و مد کے ساتھ' اللہ کا ذکر کرو۔

﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ ''لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو یہی کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا ہی میں دے دے' اور ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

یعنی ارضِ حرم میں پہنچ کر دورانِ حج بھی اُن کی ساری دُعائیں دُنیوی چیزوں ہی کے لیے ہیں۔ چنانچہ وہ مال کے لیے' اولاد کے لیے' ترقی کے لیے' دُنیوی ضروریات کے لیے اور اپنی مشکلات کے حل کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے دلوں میں دنیا رچی بسی ہوئی ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے کا تقدس اور اس کی محبت جاگزیں کر دی گئی تھی اُسی طرح ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت گھر کر چکی ہے' لہٰذا وہاں جا کر بھی دنیا ہی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ یہاں واضح فرما دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے لیے پھر آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

آیت ۲۰۱ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ﴾ ''اور اُن میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں''

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

''پروردگار! ہمیں اس دنیا میں بھی خیر عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر عطا فرما اور ہمیں بچا لے آگ کے عذاب سے۔''

یہی وہ دعا ہے جو طواف کے ہر چکر میں رکنِ یمانی سے حجرِ اسود کے درمیان چلتے ہوئے مانگی جاتی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا خیر ایمان اور ہدایت ہے۔ دنیا کا کوئی خیر خیر نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ ہدایت اور ایمان نہ ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے انسان ہدایت' ایمان اور استقامت طلب کرے' پھر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں کشادگی اور رزق میں کشائش کی دعا بھی کرے تو یہ بات پسندیدہ ہے۔

آیت ۲۰۲ ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ ''ان ہی لوگوں کے لیے حصہ ہوگا اُس میں سے جوانہوں نے کمایا۔''

یہ الفاظ بہت اہم ہیں۔ محض دعا کافی نہیں ہو جائے گی' بلکہ اپنا عمل بھی ضروری ہے۔ یہاں پر یہ جو فرمایا کہ ''ان کے لیے حصہ ہے اُس میں سے جوانہوں نے کمایا'' اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں سے کیوں؟ وہ تو سارا ملنا چاہیے! لیکن نہیں' بندے کو اپنے اعمال پر غرہ نہیں ہونا چاہیے' اسے ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں کسی مسئلے میں میری نیت میں فساد نہ آ گیا ہو' ممکن ہے میرے کسی عمل کے اندر کوئی کمی یا کوتاہی ہوگئی ہو۔ اس لیے یہ نہ سمجھ لیں کہ جو کچھ بھی کیا ہے اس کا اجر لازماً ملے گا۔ جو کچھ انہوں نے کمایا ہے اُس میں اگر خلوص ہے' ریاکاری نہیں ہے' اس کے تمام آداب اور شرائط ملحوظ رکھے گئے ہیں تو اُن کو ان کا حصہ ملے گا۔

﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾ ''اور اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو حساب چکانے میں دیر نہیں لگتی' وہ بہت جلدی حساب کر لے گا۔ اب تو ہمارے لیے یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں رہا' ہمارے ہاں کمپیوٹرز پر کتنی جلدی حساب ہو جاتا ہے' اللہ کے ہاں تو پتا نہیں کیسا سپر کمپیوٹر ہوگا کہ اسے حساب نکالنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی!

آیت ۲۰۳ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور ذکر کرو اللہ کا گنتی کے چند دنوں میں۔''

اس سے مراد ذوالحجہ کی گیارہویں' بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں جن میں یوم نحر کے بعد منیٰ میں قیام کیا جاتا ہے۔ اِن تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ دیگر اوقات میں بھی اِن دنوں میں تکبیر اور ذکر الٰہی کثرت سے کرنا چاہیے۔

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''تو جو کوئی دو دن ہی میں جلدی سے واپس آ جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

یعنی جو کوئی تین دن پورے نہیں کرتا' بلکہ دو دن ہی میں واپسی اختیار کر لیتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿وَمَنْ تَاَخَّرَ﴾ ''اور جو پیچھے رہے''

یعنی منیٰ میں ٹھہرا رہے اور تین دن کی مقدار پوری کرے۔

﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى﴾ ''تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں' بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔''

اصل چیز تقویٰ ہے۔ جو کوئی زمانہ حج میں پرہیزگاری کی روش اختیار کیے رکھے تو اس پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ منیٰ میں دو دن قیام کرے یا تین دن۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر محفوظ ہے۔ اگر کسی شخص نے منیٰ میں قیام تو تین دن کا کیا' لیکن تیسرے دن اُس نے کچھ اور ہی حرکتیں شروع کر دیں' اس لیے کہ جی اکتایا ہوا ہے اور طبیعت کے اندر ٹھہراؤ نہیں ہے تو وہ تیسرا دن اس کے لیے کچھ خاص مفید ثابت نہیں ہوگا۔ اصل شے جو اللہ کے ہاں قبولیت کے لیے شرط لازم ہے' وہ تقویٰ ہے۔ آگے پھر فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور خوب جان رکھو کہ یقیناً تمہیں اُسی کی جانب جمع کر دیا جائے گا۔''

تم سب کے سب ہانک کر اُسی کی جناب میں لے جائے جاؤ گے۔

آیات ۲۰۴ تا ۲۱۰

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝﴾

آیت ۲۰۴ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور لوگوں میں

سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کی باتیں تمہیں بہت اچھی لگتی ہیں دنیا کی زندگی میں''

یہ منافقین میں سے ایک خاص گروہ کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ منافقین میں سے بعض تو ایسے تھے کہ ان کی زبانوں پر بھی نفاق واضح طور پر ظاہر ہو جاتا تھا' جبکہ منافقین کی ایک قسم وہ تھی کہ بڑے چاپلوس اور چرب زبان تھے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی تھی گویا وہ تو بڑے ہی مخلص اور بڑے ہی فدا کار ہیں۔ اپنا موقف اس انداز سے پیش کرتے کہ یوں لگتا تھا کہ بڑی ہی نیک نیتی پر مبنی ہے' لیکن ان کا کردار انتہائی گھناؤنا تھا۔ ان کی ساری بھاگ دوڑ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی مخالفت کی راہ میں ہوتی تھی۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت اچھی لگتی ہیں۔

﴿وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ﴾ ''اور وہ اللہ کو بھی گواہ ٹھہراتا ہے اپنے دل کی بات پر۔''

اس کا اندازِ کلام یہ ہوتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اللہ جانتا ہے کہ خلوص سے کہہ رہا ہوں' پوری نیک نیتی سے کہہ رہا ہوں۔ منافق کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو قابل اعتبار ثابت کرنے کے لیے بات بات پر قسم کھاتا ہے۔

﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ ''حالانکہ فی الواقع وہ شدید ترین دشمن ہے۔''

آیت ۲۰۵ ﴿وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو زمین میں بھاگ دوڑ کرتا ہے''

﴿لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ﴾ ''تاکہ اس میں فساد مچائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے۔''

یہ لوگ جب آپؐ کے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ اس لیے ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائیں اور لوگوں کی کھیتیاں اور جانیں تباہ و برباد کریں۔

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو فساد بالکل پسند نہیں ہے۔''

آیت ۲۰۶ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو جھوٹی عزتِ نفس اس کو گناہ پر اور جما دیتی ہے''

جب ایسے شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کا خوف کرو' اللہ سے ڈرو' تم باتیں ایسی

خوبصورت کرتے ہو اور عمل تمہارا اتنا گھناؤنا ہے' ذرا سوچو تو سہی' تو اُس کو اپنی جھوٹی انا اور عزتِ نفس گناہ پر اور جما دیتی ہے۔ ایک شخص وہ ہوتا ہے جس سے خطا ہوگئی تو اُس نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اپنی اصلاح کر لی۔ جبکہ ایک شخص وہ ہے جس کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ میں کیسے مان لوں کہ میری غلطی ہے؟ اس کی جھوٹی انا اور جھوٹی عزتِ نفس اسے گناہ سے ہٹنے نہیں دیتی بلکہ مزید آمادہ کرتی ہے۔

﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ''سو اس کے لیے جہنم کافی ہے۔''

﴿وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور یقیناً وہ برا ٹھکانہ ہے۔''

روایات میں آتا ہے کہ منافقین مدینہ میں ایک شخص اخنس بن شریق تھا' یہ اُس کا کردار بیان ہوا ہے۔ شانِ نزول کے اعتبار سے یہ بات ٹھیک ہے اور تاویل خاص میں اس کو بھی سامنے رکھا جائے گا' لیکن درحقیقت یہ ایک کردار ہے جو آپ کو ہر جگہ ملے گا۔ اصل میں اس کردار کو پہچاننا چاہیے اور اس کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرنی چاہیے کہ اس کردار سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

آیت ۲۰۷ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو بیچ دیتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا کے لیے۔''

قرآن کا یہ عام اسلوب ہے کہ کرداروں کا فوری تقابل (simultaneous contrast) کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ناپسندیدہ کردار کے ذکر کے فوراً بعد پسندیدہ کردار کا ذکر کیا گیا کہ لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے تج دیتے ہیں اور اپنا تن من دھن قربان کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ اپنے ایسے بندوں کے حق میں بہت شفیق ہے۔''

جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنا سب کچھ تج دینے کا ارادہ کر لیا ہو' نیت کر لی ہو' اُس سے بھی کبھی کوئی کوتاہی ہو سکتی ہے' کبھی جذبات میں آ کر کوئی غلط قدم اٹھ سکتا ہے۔ اپنے ایسے بندوں کو اللہ تعالیٰ بڑی شفقت اور مہربانی کے ساتھ معاف فرمائے گا۔

آیت ۲۰۸ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ''اے اہل ایمان!

اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔"

اہل ایمان سے اب وہ بات کہی جا رہی ہے جس کا معکوس (converse) ہم بنی اسرائیل سے خطاب کے ذیل میں (آیت ۸۵ میں) پڑھ چکے ہیں:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ﴾

"کیا تم ہماری کتاب (اور دین و شریعت) کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو رد کر دیتے ہو؟ سو جو کوئی بھی تم میں سے یہ روش اختیار کریں ان کی کوئی سزا اس کے سوا نہیں ہے کہ دنیا میں ذلت و خواری ان پر مسلط کر دی جائے اور قیامت کے دن ان کو شدید ترین عذاب میں جھونک دیا جائے"۔

اب مثبت پیرائے میں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی اطاعت میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ — تحفظات (reservations) اور استثناءات (exceptions) کے ساتھ نہیں۔ یہ طرزِ عمل نہ ہو کہ اللہ کی بندگی تو کرنی ہے' مگر فلاں معاملے میں نہیں۔ اللہ کا حکم تو ماننا ہے لیکن یہ حکم میں نہیں مان سکتا۔ اللہ کے احکام میں سے کسی ایک کی نفی سے کُل کی نفی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ جزوی اطاعت قبول نہیں کرتا۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ﴾ "اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔"

﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ "وہ تو یقیناً تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔"

آیت ۲۰۹ ﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ "پھر اگر تم پھسل گئے اس کے بعد بھی کہ تمہارے پاس یہ واضح تعلیمات آ چکی ہیں"

﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ "تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔"

اس میں تہدید اور دھمکی کا پہلو ہے کہ پھر اللہ کی پکڑ بھی بہت سخت ہو گی۔ اور پھر یہ کہ وہ حکیم بھی ہے' اس کی پکڑ میں بھی حکمت ہے' اگر اس کی طرف سے پکڑ کا معاملہ نہ ہو تو پھر دین کا پورا نظام بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے کسی گناہ پر پکڑ ہی نہیں ہے تو پھر یہ کشاکش کیا ہوئی؟ پھر جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا معاملہ کیا ہوا؟

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ

الْاَمْرُ﴾ ''کیا یہ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ آ جائے ان پر اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائبانوں میں اور فرشتے اور فیصلہ چکا دیا جائے؟''

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح احکامات اور تنبیہات آ جانے کے بعد بھی کج روی سے باز نہیں آتے تو کیا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا جلال دکھائے اور فرشتوں کی افواج قاہرہ کے ساتھ ظاہر ہو کر ان کا حساب چکا دے؟

انسان کا نفس اسے ایک تو یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ دین کے اس حصے پر تو آرام سے عمل کرتے رہو جو آسان ہے' باقی پھر دیکھا جائے گا۔ گویا ''میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو''۔ دوسری پٹی یہ پڑھاتا ہے کہ ٹھیک ہے یہ بھی اللہ کا حکم ہے اور دین کا بھی تقاضا ہے' لیکن ابھی ذرا ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائیں' ابھی ذرا بچوں کے معاملات ہیں' بچے برسر روزگار ہو جائیں' بچیوں کے ہاتھ پیلے ہو جائیں' میں ریٹائرمنٹ لے لوں اور اپنا مکان بنا لوں' پھر میں اپنے آپ کو دین کے لیے خالص کر لوں گا۔ یہ نفس کا سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ اس طرح وقت گزرتے گزرتے انسان موت کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ کیا معلوم موت کی گھڑی کب آ جائے! یہ مہلت عمر تو اچانک ختم ہو سکتی ہے۔ پوری دنیا کی قیامت بھی جب آئے گی اچانک آئے گی اور ہر شخص کی ذاتی قیامت تو اس کے سر پر تلوار کی طرح لٹکی ہوئی ہے۔ از روئے حدیثِ نبویؐ:

((مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ)) (۱)

''جو مر گیا تو اس کی قیامت تو آ گئی!''

تو کیا تمہارے پاس کوئی گارنٹی ہے کہ یہ سارے کام کر لو گے اور یہ سارے کام کر چکنے کے بعد زندہ رہو گے اور تمہارے جسم میں توانائی کی کوئی رمق بھی باقی رہ جائے گی کہ دین کا کوئی کام کر سکو؟ تو پھر تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہو سکتا ہے اچانک اللہ کی طرف سے مہلت ختم ہو جائے۔

﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور یقیناً تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹا دیے جائیں گے۔''

---

(۱) تخریج الکشاف للزیلعی ۴۳۶/۱ وتخریج الاحیاء للعراقی ۷۹/۴' سلسلة الاحادیث الضعیفة للالبانی' ح ۱۱۶۶' راوی انس بن مالك ؓ۔